شرکت سے متعلق 25 فتاوی جات

○ شرکت عمل اور شرکت عقد میں کیا فرق ہے ؟
○ قرض کے بدلے کاروبار میں کیسے شرکت کی جائے ؟
○ نفع طے کیے بغیر شراکت داری کرنا کیسا ؟
اس کے علاوہ بھی اور بہت کچھ ---

مرتب وطالب العلم : عبدالماجد ظہور عاصِم
عطاری قادری جامعۃ المدینہ فیضانِ عطار
واٹر سپلائی روڈ سرگودھا

میرے بھائی میرے کاروبار میں بلا معاہدہ شامل ہونے کے بعد کیا میرے شریک ہوگئے؟

مجیب:مولانا سرفراز اختر صاحب زیدمجدہ

مصدق:مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر:har:1942-2

تاریخ اجراء:29محرم الحرام1438ھ/31اکتوبر2016ء

دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ میں نے اپنے چچا کے ساتھ مل کر اپنی ذاتی رقم سے شراکت کی۔کچھ عرصہ کام کیا پھر 1994 میں ہم الگ ہو گئے اور میں نے اپنا الگ ذاتی کپڑے کا کاروبار شروع کیا،اس میں والد صاحب یا بھائیوں کی جانب سے کوئی رقم شامل نہیں کی گئی تھی۔پھر میرے بھائیوں میں سے جو بھی بڑا ہوتا گیا اس کو میں کاروبار میں لگاتا گیا یعنی وہ بھی میرے کاروبار میں کام کرنے لگے لیکن بھائیوں کو کاروبار میں لگاتے وقت شرکت یا اجارہ کا کوئی معاہدہ نہ ہوا۔بس یہ تھا کہ گھر کے اخراجات مشترکہ طور پر میرے کاروبار سے ہوتے تھے اور بھائیوں پر بھی کوئی پابندی نہیں تھی،جو جس طرح چاہتا استعمال کرتا کوئی روک ٹوک نہیں تھی۔اب پوچھنا یہ ہے کہ وہ کاروبار صرف میرا کہلائے گا یا میرے بھائیوں کا بھی اس میں حصہ ہے؟

نوٹ:بھائیوں کو کاروبار میں لگاتے وقت ان کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں کیا گیا تھا،ان کی مرضی پر موقوف تھا جتنی دیر چاہیں کریں،کوئی پابندی یا پوچھ گچھ نہیں تھی۔نیز سائل کے والد اور اس کے بھائی نے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ کاروبار سائل نے اپنی ذاتی رقم سے شروع کیا،اس میں والد یا بھائیوں کی رقم شامل نہیں تھی۔لیکن بھائی کا بیان ہے کہ ہم اپنے آپ کو کاروبار میں شریک ہی سمجھتے تھے۔

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

قوانین شرعیہ کے مطابق شرکت بالمال کے لئے دیگر شرائط کے علاوہ ایک شرط دونوں جانب سے مال کا ملانا بھی ہے،اگر دونوں جانب سے مال نہ ملایا جائے بلکہ مال صرف ایک کا ہو تو اصل مال اور اس پر حاصل ہونے والا نفع دونوں چیزیں مال والے کے ہوں گے۔دوسرے کا،اصل مال یا اس کے نفع میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔نیز استحقاقِ اجرت کے لیے صراحتاً یا دلالۃً اجارہ ضروری ہوتا ہے ،بغیر صراحۃ یا دلالۃ اجارہ کے اجرت کا استحقاق نہیں ہوتا۔

مذکورہ بالا قانون شرعی کے مطابق کاروبار میں مال جب صرف آپ کا ہے،دوسرے بھائیوں کی جانب سے مال نہیں ملایا گیا تو اس طرح کاروبار اور اس پر حاصل ہونے والے نفع کے مالک صرف آپ ہوئے،آپ کے بھائیوں کا کاروبار یا اس کے نفع میں کوئی حصہ نہ ہوا۔یونہی بھائیوں کو کاروبار میں لگاتے وقت ان سے صراحۃً یا دلالۃً جب اجارہ بھی نہ ہوا تو اتنا عرصہ کام کرنے کی انہیں کوئی اجرت بھی نہیں ملے گی بلکہ صورت مستفسرہ میں ان کی حیثیت محض معاون و مددگار کی ہوگی کہ انہوں نے کاروبار میں آپ کی معاونت کی،کام سیکھا اور اس کے بدلے آپ نے اتنا عرصہ ان کے لئے اپنا مال مباح کیے رکھا اور ان کا خرچ بھی برداشت کیا۔اس کی نظیر یہ مسئلہ ہے کہ بیٹا جس کا خورد و نوش باپ کے ذمہ ہو اور وہ باپ کے ساتھ کام کرتا ہو لیکن اس کا اپنا ذاتی مال اور علیحدہ مستقل کوئی کام نہ ہو تو ایسی صورت میں شرعاً اس تجارت وزراعت وغیرہ سے جو کمائی ہوگی تمام و کمال باپ کی ملک ہوگی،بیٹے کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہوگا،وہ بس معین و مددگار شمار ہوگا۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کام میں چار پاٹنر ہیں کیا چاروں کا برابر وقت دینا ضروری ہے؟

مجیب:مفتی ہاشم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر:Lar:5971

تاریخ اجراء:17 محرم الحرام 1438ھ/19 اکتوبر 2016ء

دَارُالاِفْتَاء اَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ ہم چار اسلامی بھائیوں نے پراپرٹی ڈیلنگ کا کاروبار شروع کیا ہے سب نے دفتر میں برابر مال لگایا ہے اور ماہانہ دفتری اخراجات بھی برابری کی بنیاد پر ہوں گے اور کمیشن بھی برابر تقسیم ہو گا مگر ہمیں وقت کے حوالے سے رہنمائی درکار ہے کہ کیا کام کے لئے چاروں کا برابر وقت دینا ضروری ہے یا کوئی کمی بیشی کی جا سکتی ہے؟

سائل: محمد خرم عطاری (محلہ یوسف آباد وہاڑی)

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

دریافت کی گئی صورت شرکت عمل کی ہے اور شرکت عمل میں کام میں برابری شرط نہیں تو وقت جس میں کام کا وقوع ہو گا اس میں بھی برابری لازم نہیں ہو گی لہٰذا آپ اگر بعض کے لیے کم وقت اور بعض کے لیے زیادہ وقت دینا طے کر لیں تو اس میں حرج نہیں۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

شرکت میں شرط فاسد ہو تو کیا حکم ہے؟

مجیب: مفتی ہاشم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Lar:6417

تاریخ اجراء: 27جمادی الثانی1438ھ/27مارچ2017ء

دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیافرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص(زید)اپنی بلڈنگ عمراور ناصر کو دیتاہے اوران سے معاہدہ یہ کرتاہے کہ تم اس میں سکول قائم کرواور اخراجات تنخواہیں بل وغیرہ نکالنے سے پہلے کل مال کا40فیصد مجھے دیناہوگااور میں کام نہیں کروں گااوراساتذہ کی تنخواہیں اور دیگر اخراجات بھی تم نے کرنے ہوں گے اور نفع نقصان میں تم دونوں برابر کے شریک ہو گے اخراجات نکالنے کے بعد جو بچے وہ تم دونوں آپس میں برابر برابر تقسیم کرلیناایسی صورت میں کیاشراکت درست ہوگی؟جبکہ زید کام نہیں کرے گااور کل کمائی کاپہلے 40فیصداسے دیاجائے گا پھر دیگر اخراجات نکالے جائیں گےاوراگروہ بلڈنگ کا کرایہ نہ لینے کی صراحت کردےاوروہ خود سے کام کی نفی نہ کرے اور کبھی کبھی پڑھا بھی لیاکرےاوراساتذہ کی حاضری چیک کرنا نئے طلبہ کے داخلے کرناوغیرہ کچھ کام بھی کرلیاکرےتوکیاحکم ہوگا؟اگراس طرح بھی کرنادرست نہیں توپھراس کاجائز طریقہ کیاہوگاارشادفرمادیں۔

سائل:ناصر عطاری(لاہور)

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

دریافت کی گئی صورت میں شرکت(Partnership)ناجائزوفاسد ہوگی اگران شرائط کے ساتھ شراکت کریں گے توگناہ گارہوں گے لہٰذاان تمام شرکاپرلازم ہے کہ اس طرح شرکت کرنے سے احتراز کریں۔

تفصیل اس میں یہ ہے کہ اس معاہدہ میں یہ طے کیاگیاہے کہ زید کی شراکت صرف بلڈنگ کے ساتھ ہوگی اور وہ کام نہیں کرے گااور یہ شرط فاسد ہے۔اور شرط فاسد سے شرکت فاسد ہو جاتی ہے۔اگروہ کام لینےاور کرنے پر شرکت کرےاور بلڈنگ کا کرایہ نہ لینے کی صراحت کردے تو بھی یہ شرکت جائز نہیں ہوسکتی کیونکہ اس میں یہ طے کیاگیاہے کہ زید کو اولا کل مال کا 40فیصد دیناہوگااخراجات سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوگااور یہ بھی شرطِ فاسد ہے جوشرکت کو فاسد کردے گی کیونکہ یہ ایسی شرط ہے جوشرکت کو منقطع کرنے والی ہے کہ اگراس نے پہلے ہی اپنے لئے فکس مارجن نکال لیاتو ممکن کہ اخراجات نکالنے کے بعد دیگر شرکا کو کبھی کچھ بھی نہ ملے توزید کی ان کے ساتھ نفع میں شرکت تونہ رہی۔

اس کی جائزصورت یہ ہوسکتی ہے کہ زیداپنی بلڈنگ ان کو کرائے پردےدےاور ماہانہ کرایہ طے کردے مثلاماہانہ 04ہزارروپے دیناہوگااس صورت میں ان کو نفع ہویانقصان،زید کااس سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔اوراگرزید کرایہ پردینے کے لیے راضی نہ ہواور شریک ہی بنناچاہے تواس کادرست طریقہ یہ ہے کہ زید صراحت کردے کہ وہ بلڈنگ کا کوئی عوض نہیں لے گااوراس بات کی نفی نہ کرے کہ وہ کام نہیں کرے گابلکہ تمام شرکاکام لینےاور کرنے کی ذمہ داری کے ساتھ عقد شرکت کریں البتہ کام کرنے کے معاملے میں کمی بیشی کے ساتھ بھی معاہدہ کرسکتے ہیں یوں ہی نفع میں بھی برابری شرط نہیں بلکہ جوکام کم کرے گااس کے لئے زیادنفع بھی طے کرسکتے ہیں لیکن اگرکسی وجہ سے اس مشترکہ کام پر کوئی نقصان وتاوان وغیرہ دیناپڑاتووہ اسی نفع کی نسبت سے ادا کرناہوگایعنی جس کے لئے جتنے فیصد نفع طے ہوااسی فیصد کے اعتبار سے نقصان کی تلافی کرے گا۔

یادرہے کہ نفع میں شرکت کامطلب ہی یہ ہے کہ اولا اخراجات وغیرہ نکالے جائیں گے پھر جو نفع ہوگاوہ طے شدہ فیصد کے مطابق تقسیم ہوگالہٰذا جو جائزصورت بیان کی گئی ہے اس میں اس کا لحاظ ضروری ہے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

قرض کے بدلے کاروبار میں کیسے شرکت کی جائے؟

مجیب: مفتی ھاشم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Lar:6138

تاریخ اجراء: 15صفرالمظفر1438ھ/16نومبر2016ء

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیافرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(1)فریق اول نے ادویات کاکاروبار شروع کیااور پھرپیسے کم ہونے کی وجہ سے جس کاپہلے ہی مقروض تھا،اسے کاروبار میں شریک کرلیااور قرض والی رقم اور کچھ ہزار نقد شامل کر لیے، عقد شرکت یوں طے پایاکہ چھ ماہ کے لئے آپ کی رقم اس کاروبار میں شامل رہے گی اور چھ ماہ بعد آپ اپنی رقم جو کہ تین لاکھ بنتی ہے پوری کی پوری واپس لے لینااور ماہانہ 20 فیصد کے حساب سے نفع یا نقصان جو بھی رقم ہووہ بھی لے لینا، نفع نقصان کامطلب یہ کہ اگرزیادہ نفع ہواتوزیادہ اور کم نفع ہواتوکم ملے گا،اور نقصان کی صورت میں بھی اس کی اصل رقم محفوظ ہی رہے گی،اور یہ بھی طے ہوا کہ اگرآپ چاہیں گے توانہیں شرائط پر چھ ماہ سے آگے بھی یہ معاہدہ چل سکتاہے،اس کے بارے میں کیاحکم ہے؟ یہ معاہدہ سوامہینے تک چلااور اس دوران کوئی نفع نہیں ہوا۔

(2)اگرمیں اس کو ختم کرکے اس قرض کے بدلے جومجھ پرہے کچھ مال اس دوسرے شخص کو بیچ دوں توکیااس سے شرکت ہوسکتی ہے؟ وہ دوسرا شخص ساتھ کام نہیں کرے گا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

(1)یہ شرکت یامضاربت نہیں بلکہ قرض دے کر نفع لیناہے اور قرض دے کر نفع لیناسود ہے۔اس کے شرکت یامضاربت نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مضاربت میں مال ایک طرف سے ہوتا ہے نہ کہ دونوں طرف سے اور یہ شرکت بھی نہیں اگراس کے مقصود پر غور کیا جائے تومعلوم ہوتاہے کہ یہ قرض ہے کیونکہ یہاں شرائط قرض والی لگائی گئیں ہیں(مثلاً کاروبار میں نقصان کی صورت میں اس دوسرے شخص کاکوئی نقصان نہ ہوگا،اوراس کوبعد میں اس کی پوری رقم واپس مل جائے گی)اور عقود میں مقصود کوہی دیکھاجاتاہے الفاظ کااعتبار نہیں ہوتا۔

(2)اگرآپ اس معاہدہ کوختم کرکے اُس قرض کے بدلے جوآپ پر لازم ہے اپنے مال کاکچھ حصہ مثلاً نصف، ثلث وغیرہ اس دوسرے شخص کوبیچ کراس کے ساتھ عقد شرکت کرلیتے ہیں تویہ جائزہے کیونکہ چلتے کاروبار میں شرکت کاجائزطریقہ یہ ہوتاہے کہ دوسرا شخص کاروبار والے کے مال کانصف، تہائی، یادسواں جتنابھی حصہ خریدناچاہے، خریدلے اوراگریہ خریداری اس قرض کے بدلے میں ہوجومشتری نے بائع سے لیناہے توبھی جائزہے۔خریدنے کے بعد دونوں اس تمام مال میں عقد شرکت کرلیں یعنی آپس میں فیصد کے اعتبار سے نفع طے کرلیں مثلاً50 فیصد نفع آپکا 50 فیصد دوسرے کایا70 فیصدآپ کا 30 فیصد دوسرے کا،اور نفع طے کرنے میں یہ خیال رہے کہ جب وہ دوسرا شخص کام نہیں کرے گاتواس کیلئے زیادہ نفع مقرر نہیں کرسکتے۔اور اگرنقصان ہواتوجس تناسب سے دونوں شریک ہیں اسی تناسب سے دونوں کانقصان ہوگا۔ مثلاً اگر کاروبار پانچ لاکھ کاہے تودوسرے سے یوں کہے کہ میں نے اپنے کل مال کادسواں حصہ پچاس ہزار کاآپ کو بیچا وہ دوسرا شخص اس کوقبول کرلے، بعد میں دونوں آپس میں عقد شرکت کرلیں۔

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صرف دکان کام کے لئے دے کر نفع لینا کیسا ہے؟

مجیب: مولانا نور المصطفی صاحب زید مجدہ

مصدق: مفتی ھاشم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Lar:6001

تاریخ اجراء: 04ذوالحجۃالحرام1437ھ/07ستمبر2016ء

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیافرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ سہیل نے اپنی ذاتی دوکان مع مکمل سامان (میز کرسیاں وغیرہ) اپنی رقم سے آفس کے طور پر تیار کی۔ پھر اس دوکان میں ارشد اور منیر کو پراپرٹی ڈیلنگ کا کام اس طرح شروع کروایا کہ منیر پورا وقت دوکان پر بیٹھے گا اور ارشد تین گھنٹے دوکان پر دے گا۔ جبکہ یہ طے پایا ہے کہ سہیل خود کام نہیں کرے گا بلکہ دوکان کا کرایہ لینے کے بجائے کمیشن میں شریک ہوگا، اور کمیشن کے ذریعے جو آمدنی ہوگی تینوں میں تقسیم ہوگی۔ البتہ منیر کمیشن سے ایک حصہ زیادہ رکھے گا۔ ان تینوں کا اس طرح آپس میں کمیشن تقسیم کرنا درست ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

سوال میں مذکور شرکت جائز نہیں کیونکہ اس میں یہ طے کیا گیا ہے کہ سہیل کی شراکت صرف دوکان وسامان کے ساتھ ہے اور وہ کام نہیں کرے گا، اور یہ شرط فاسد ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اسے فوراً ختم کرنا واجب ہے، اور جو کمیشن ملا وہ منیر یا اس کے ساتھ کام کرنے والے ارشد کا ہوگا، جبکہ سہیل کو اس کی دوکان وسامان کی اجرت مثل ملے گی۔ نیز عقد فاسد کرنا چونکہ ناجائز و گناہ ہوتا ہے جیسا کہ فتاوی رضویہ (جلد 17، صفحہ 595) میں فرمایا، لہذا ان سب پر اس سے توبہ بھی ضروری ہے۔

اس کا درست طریقہ شرکتِ عمل کے طور پر یہ ہو سکتا ہے کہ تینوں شریک کام لینے اور کرنے دونوں باتوں کی ذمے داری کے ساتھ عقد شرکت کریں، ان دونوں کاموں میں کسی کی نفی نہ کریں۔ البتہ کام کرنے کے معاملے میں کمی بیشی کے ساتھ بھی معاہدہ کر سکتے ہیں۔ اس شرکت بالعمل میں نفع باہم جس نسبت سے چاہیں طے کر لیں۔ لیکن اگر کسی وجہ سے اس مشترکہ کام پر کوئی نقصان و تاوان وغیرہ دینا پڑا تو وہ بھی اسی نفع کی نسبت سے ادا کرنا ہوگا۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا ایسا ممکن ہے کہ کاروبار میں برابر کے شریک ہوں اگرچہ ایک پاٹنر کے پاس سرمایہ نہ ہو؟

مجیب: مولانا جمیل صاحب زید مجدہ

مصدق: مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Fmd:0081

تاریخ اجراء: 04 محرم الحرام 1438ھ/06 اکتوبر 2016ء

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ میں عبد الحبیب اپنے ایک دوست کے ساتھ شرکت کرنا چاہتا ہوں میرے پاس پیسے ہیں، جبکہ میرے دوست کے پاس پیسے نہیں، میں اسے کاروبار کیلئے دینا چاہتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ نفع و نقصان میں وہ اور میں دونوں برابر کے شریک ہوں۔ جبکہ میں نے سنا ہے کہ نقصان مال والے کا ہوتا ہے کام کرنے والے کا نہیں ہوتا۔ تو ایسی کوئی صورت ممکن ہے کہ نفع کی طرح نقصان بھی دونوں کے ذمہ آئے، کیونکہ کاروبار میں نقصان کا خطرہ بھی ہوتا ہے؟

سائل: عبد الحبیب (G-5، نیو کراچی)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

سوال میں مطلوب طریقہ کار فقہی و شرعی تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے یوں ہو سکتا ہے کہ آپ اپنے دوست کو بالفرض کاروبار کے لئے 3,00,000 روپے دینا چاہتے ہیں تو آپ اس میں سے آدھا مال یعنی 150000 ڈیڑھ لاکھ روپے اپنے دوست کو بطور قرض ادا کریں اور بقیہ ڈیڑھ لاکھ روپے بطور شرکت ان کو دے دیں۔ اس طرح دونوں کی رقمیں برابر ہو جائیں گی یعنی ڈیڑھ لاکھ آپ کے اور ڈیڑھ لاکھ دوست کے ہوں گے۔ پھر شرکت عقد کر لیجئے اور اس میں نفع نصف نصف طے کر لیجئے اور نفع چاہیں تو کم و بیش بھی مقرر کیا جا سکتا ہے لیکن نفع کا جو بھی تعین کیا جائے فیصد کے اعتبار سے معین کرنا ہو گا مثلاً 40% ایک کے تو دوسرے کے 60% معین کر لیں یا جو بھی مقدار فریقین مقرر کرنا چاہیں وہ کر سکتے ہیں۔

یاد رہے کہ فریقین میں سے کوئی بھی نفع کو مخصوص رقم کے ساتھ مقرر نہیں کر سکتا ورنہ شرکت فاسد ہو جائے گی۔ البتہ نقصان چونکہ مال کے تناسب سے ہوتا ہے اس لئے پوچھی گئی صورت میں چونکہ مال دونوں کا برابر ہو گا اس لئے نقصان بھی دونوں پر برابر برابر ہو گا۔

اور یاد رہے کہ ڈیڑھ لاکھ روپے چونکہ قرض کے طور پر آپ دیں گے وہ بہر صورت آپ کے دوست کو ادا کرنے ہیں اس پر کاروباری نفع یا نقصان کا کچھ اثر نہیں ہو گا۔ اور اس طریقے سے قرض دینے پر جو عقد شرکت سے نفع آئے گا اس نفع کا سود سے کوئی تعلق نہیں۔

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

نفع طے کئے بغیر شراکت داری کرنا کیسا؟

مجیب: مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضانِ مدینہ دسمبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں اسکریپ کا سامان خرید کر اس سے چاندی نکالنا جانتا ہوں ایک دوست نے مجھے دولاکھ روپے بطورِ شرکت دیئے اور میں نے بھی اپنے دولاکھ روپے ملائے تاکہ اسکریپ کا مال خرید کر چاندی نکال سکوں، نفع سے متعلق ہماری یہ بات طے ہوئی تھی کہ میں اپنی مرضی سے اسے کچھ بھی نفع دے دوں گا البتہ نقصان سے متعلق ہماری کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ ہمارا اس طرح معاہدہ کرنا کیسا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عقدِ شرکت میں ہر فریق کا نفع فیصد کے اعتبار سے طے کرنا ضروری ہے، اگر فیصد کے اعتبار سے نفع کی مقدار طے نہ کی تو شرکت فاسد ہو گی لہذا پوچھی گئی صورت میں نفع کو دوسرے فریق کی مرضی پر موقوف رکھا ہے، فیصد کے اعتبار سے طے نہیں کیا ہے جس کی وجہ سے یہ شرکت فاسد ہوئی ہے جسے ختم کرنا ضروری ہے۔ اگر نئے سرے سے شرکت کرنا چاہیں تو نفع فیصد کے اعتبار سے طے کریں اور کام نہ کرنے والے فریق کے لیے یا کم کام کرنے والے فریق کے لیے اگر نفع کی مقدار بھی کم مقرر کرنا چاہتے ہیں تو کر سکتے ہیں۔

شرکت میں نقصان سے متعلق یہ اصول یاد رکھیں کہ نقصان دونوں فریقین کے مال کے تناسب سے ہو گا اگرچہ فریقین نے اس کے خلاف مقرر کیا ہو کیونکہ نقصان کا اصول شریعت کی جانب سے طے شدہ ہے۔ اگر شرکت میں دونوں فریقین کا مال برابر ہو جیسا کہ سوال میں ذکر کردہ صورت میں ہے اور نقصان ہو جائے تو فریقین کو برابر نقصان برداشت کرنا ہو گا۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

نفع کی شرح فیصد، نفع پر طے کی جائے گی یا سرمایہ پر؟

مجیب: مفتی علی اصغر صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ شوّالُ / ذوالقعدہ 1442ھ جون 2021

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ نفع کی شرح فیصد کاروبار سے حاصل ہونے والے نفع پر طے کی جائے گی یا سرمایہ کی رقم پر؟

بِسۡمِ اللہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

کاروبار میں اخراجات نکال کر سرمایہ یعنی کیپٹل سے اوپر جو رقم بچے اسے نفع کہتے ہیں اور اخراجات نکال کر اگر کیپٹل سے بھی کمی ہو تو وہ نقصان کہلاتا ہے۔

مشترکہ کاروبار میں ایک یا زائد فریق جو کام کرتے ہیں ان کا اصل مقصود نفع کا حصول ہوتا ہے۔ شرکت کا معاہدہ کرتے وقت فریقین ایک تناسب اور فیصد طے کرتے ہیں کہ نفع ہوا تو اس تناسب سے اس کو تقسیم کریں گے۔ لہٰذا نفع ہونے پر اسی طے شدہ فارمولے سے رقم تقسیم ہوگی۔ نفع کس کو کتنا فیصد ملے گا یہ مقرر کرنے میں فریقین بہت ساری چیزوں کو دیکھ کر اتفاق کرتے ہیں مثلاً کیپٹل کس کا زیادہ ہے یا کام کون کتنا کر رہا ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔ بس یہ ضروری ہے کہ جو کام نہیں کر رہا یعنی اس نے سرمایہ تو ملایا ہے لیکن سلیپنگ پارٹنر ہے وہ اپنے کیپٹل کے تناسب سے زیادہ نفع مقرر نہیں کر سکتا مثلاً اس فریق نے 30 فیصد رقم ملائی اور کام بھی نہیں کر رہا تو یہ پچاس فیصد نفع مقرر نہیں کر سکتا۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ”لو کان المال منھما فی شرکۃ العنان والعمل علی احدھما۔۔۔ لو شرطا الربح للدافع اکثر من راس مالہ لم یصح الشرط“ یعنی: اگر اس طرح شرکت ہوئی کہ مال دونوں کا ہوگا لیکن کام ایک کرے گا تو کام نہ کرنے والے کے لئے اس کے سرمایہ سے زیادہ نفع کی شرط لگانا درست نہیں۔ (فتاویٰ عالمگیری، 320/2)

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوۡلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

شرکتِ عمل اور شرکتِ عقد میں کیا فرق ہے؟

مجیب: مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضانِ مدینہ اگست 2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ شرکتِ عمل اور شرکتِ عقد میں کیا فرق ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

شرکت کی تین اقسام ہیں: (1) شرکتِ مِلک یعنی چند افراد بغیر عقدِ شرکت کسی چیز کے مشترکہ مالک ہوں جیسے کسی کا انتقال ہوا اور اس نے مال چھوڑا تو اس کے ورثاء مشترکہ طور پر اس ترکے کے مالک بن گئے یہ شرکتِ ملک ہے یا دو شخصوں نے مل کر مشترکہ طور پر ایک پلاٹ خریدا تو یہ بھی شرکتِ ملک ہے۔ (2) شرکتِ عقد یعنی آپس میں عقدِ شرکت کیا ہو جیسے عموماً پارٹنر شپ بزنس ہوتا ہے کہ دو یا زیادہ افراد رقم ملا کر اس سے کاروبار کرتے ہیں یہ شرکتِ عقد کہلاتی ہے۔ (3) شرکتِ عمل یعنی دو کاریگر کام پکڑ کر شرکت میں کام کریں اور جو مزدوری ملے آپس میں تقسیم کرلیں جیسے دو درزی مل کر بیٹھ گئے یا دو ریئل اسٹیٹ بروکر مل کر بیٹھ گئے کہ مل کر کام کریں گے، یہ شرکتِ عمل کی صورت ہے۔

نوٹ: ان مسائل کے تفصیلی احکام جاننے کے لئے بہارِ شریعت حصہ 10 سے شرکت کا بیان ملاحظہ فرمائیں۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

معاہدہ شرکت کو ختم کرنے کا طریقہ کیا ہے؟

مجیب: مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ شوّالُ / ذوالقعدہ 1442ھ جون 2021

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دو فریق کا ایک مشترکہ کام چل رہا تھا اس کو ختم کرنے کا طریقہ کار کیا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

جو شریک عقدِ شرکت کو ختم کرنا چاہتا ہے اسے اس بات کا اختیار ہے کہ شرکت کو ختم کر دے، دوسرے شرکاء کی رضامندی ضروری نہیں، جبکہ دوسرے شریک کو شرکت کے فسخ کا علم ہو، البتہ سرمایہ نکالنے کے لئے کاروبار کی پوزیشن دیکھ کر فریقین باہمی رضامندی سے کسی مناسب وقت پر اتفاق کر لیں۔ اگر سرمایہ ہاتھ میں نہ ہو بلکہ لوگوں سے وصول کرنا ہو تو ایک فریق اس بات کا پابند نہیں کہ دوسرے فریق کو رقم اپنی جیب سے ادا کرے۔ بلکہ جیسے جیسے رقم آتی رہے گی دونوں فریق اپنا حصہ اس سے لیتے رہیں گے۔

بہارِ شریعت میں ہے: ”دونوں میں ایک نے شرکت کو فسخ کر دیا، اگرچہ دوسرا اس فسخ پر راضی نہ ہو جب بھی شرکت فسخ ہو گئی، بشرطیکہ دوسرے کو فسخ کا علم ہو اور دوسرے کو فسخ کا علم نہ ہوا تو فسخ نہ ہو گی۔ اور یہ شرط نہیں کہ مال شرکت روپیہ اشرفی ہو بلکہ اگر تجارت کے سامان موجود ہیں جو فروخت نہیں ہوئے اور ایک نے فسخ کر دیا جب بھی فسخ ہو جائے گی۔“ (بہارِ شریعت، 513/2، ردالمحتار، 500/6)

وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

ایک شریک دوسرے کو اپنا حصہ بیچنے پر مجبور نہیں کرسکتا

مجیب: مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضانِ مدینہ دسمبر 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ ہم دو دوستوں نے آدھے آدھے پیسے ملا کر ایک سوسائٹی میں پلاٹ خریدا تھا، اب میرا دوست اس پلاٹ کو بیچنے کا کہہ رہا ہے لیکن میرا ارادہ فی الحال بیچنے کا نہیں ہے لیکن میرے پاس اتنے پیسے بھی نہیں ہیں کہ میں اس کا حصہ بھی خرید سکوں اسی وجہ سے وہ یہ چاہتا ہے کہ میں اپنا حصہ بھی بیچ دوں، حالانکہ اگر وہ اپنا حصہ کسی اور کو بیچنا چاہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اس صورتحال میں شریعت کا کیا حکم ہے کیا مجھ پر اس کی بات ماننا لازم ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں آپ دونوں شرکتِ ملک کے طور پر اس پلاٹ کے مالک ہیں اور شرکتِ ملک کا حکم یہ ہے کہ ہر ایک شریک اپنے حصے میں تصرف کرنے کا پورا پورا حق رکھتا ہے جبکہ دوسرے شریک کے حصہ میں وہ اجنبی ہے، لہٰذا اگر کوئی شریک اپنا حصہ بیچنا چاہتا ہے تو وہ اپنا حصہ شریک کو بھی بیچ سکتا ہے اور کسی دوسرے شخص کو بھی بیچ سکتا ہے لیکن اپنے شریک کے حصہ میں اس کا کچھ اختیار نہیں ہے اور نہ ہی ایک شریک دوسرے شریک کو اپنا حصہ بیچنے پر مجبور کرسکتا ہے۔

صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "شرکتِ ملک میں ہر ایک اپنے حصے میں تصرف کرسکتا ہے اور دوسرے کے حصے میں بمنزلہ اجنبی ہے، لہٰذا اپنا حصہ بیع کرسکتا ہے اس میں شریک سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں اسے اختیار ہے شریک کے ہاتھ بیع کرے یا دوسرے کے ہاتھ مگر شرکت اگر اس طرح ہوئی کہ اصل میں شرکت نہ تھی مگر دونوں نے اپنی چیزیں ملا دیں یا دونوں کی چیزیں مل گئیں اور غیر

شریک کے ہاتھ بیچنا چاہتا ہے تو شریک سے اجازت لینی پڑے گی یا اصل میں شرکت ہے مگر بیع کرنے میں شریک کو ضرر ہوتا ہے تو بغیر اجازتِ شریک غیر شریک کے ہاتھ بیع نہیں کر سکتا۔" (بہار شریعت،2/490)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

مشترکہ دکان اپنے شریک کو کرایہ پر دینا کیسا؟

مجیب: مفتی ابو محمد علی اصغر عطّاری مدنی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ اکتوبر 2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک خالی دکان دو بھائیوں کی مشترکہ ملکیت ہے اب ان میں سے ایک بھائی اس دکان میں کام شروع کرنا چاہتا ہے تو کیا وہ اپنے بھائی سے اس کا آدھا حصہ کرایہ پر لے سکتا ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مشترکہ دکان جو کہ مشاع یعنی غیر تقسیم شدہ اثاثے کے طور پر دو افراد کی ملکیت میں ہو اگر دونوں شریک کسی تیسرے شخص کو کرایہ پر دیں اور کرایہ آپس میں ملکیت کے حساب سے تقسیم کرلیں تو اس میں کوئی حرج نہیں اور کوئی فقہی پیچیدگی بھی نہیں۔

البتہ اگر کوئی ایک شریک ایسی مشترکہ دکان میں اپنا حصہ کرایہ پر دینا چاہتا ہے تو چونکہ مشاع پراپرٹی ہے جس میں ایسا نہیں کہ بیچ میں دیوار کھڑی ہو کہ یہ حصہ اس کا اور دوسرا حصہ دوسرے کا، لہٰذا اس صورت میں ایسی دکان اپنے شریک کو کرایہ پر دے سکتا ہے غیر شریک کو دینا جائز نہیں۔ پوچھی گئی صورت میں چونکہ مشترکہ دکان اپنے شریک ہی کو کرایہ پر دی جا رہی ہے لہٰذا اس میں حرج نہیں۔

علامہ شامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: "اجارة المشاع فانما جازت عنده من الشریك دون غیره ، لان المستاجر لایتمکن من استیفاء ما اقتضاه العقد الا بالمهایاة ، وهذا المعنی لایوجد فی الشریك۔ افاده الاتقانی : ای : لان الشریك ینتفع به بلا مهایاة فی المدة کلها بحکم العقد وبالملك بخلاف غیره " یعنی امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک مشترکہ چیز شریک کو کرایہ پر دینا جائز ہے، غیر شریک کو دینا جائز نہیں، کیونکہ عقد اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ اس چیز سے فائدہ اٹھایا جائے اور باری مقرر کئے بغیر مستاجر اس چیز سے فائدہ اٹھانے پر قادر

نہیں جبکہ شریک کو کرایہ پر دینے میں یہ بات نہیں پائی جاتی کیونکہ شریک باری مقرر کئے بغیر پوری مدت اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے عقدِ اجارہ اور ملکیت ہونے کی وجہ سے، بخلاف غیر شریک کے۔ (ردالمحتار علی الدر المختار، 98/10)

صدرُ الشریعہ علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: "مشاع یعنی بغیر تقسیم چیز کو بیع کر دیا جائے تو بیع صحیح ہے اور اس کا اجارہ اگر شریک کے ساتھ ہو تو جائز ہے، اجنبی کے ساتھ ہو تو جائز نہیں۔" (بہارِ شریعت، 73/3)

وَاللهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

معاہدہ شرکت کی کم یا زیادہ مدت کتنی ہو سکتی ہے؟

مجیب: مفتی علی اصغر صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ شوال/ذوالقعدہ1442ھ جون2021

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ شرعی اعتبار سے معاہدہ شرکت کی مدت کم از کم یا زیادہ سے زیادہ کتنا عرصہ ہو سکتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَایَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

شرکت کی مدت کے لیے کوئی حد بندی نہیں ہے، باہمی رضامندی سے کوئی بھی مدت طے کی جاسکتی ہے۔(ردالمحتار، 6 / 478)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

پارٹنر شپ کے لئے کتنے فیصد رقم لگانا ضروری ہے؟

مجیب: مفتی علی اصغر صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ شوال / ذوالقعدہ 1442ھ جون 2021

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ چند افراد مل کر مشترکہ کمپنی بنا کر کام کرنا چاہتے ہیں، یہ ارشاد فرمائیں کہ شرکت قائم کرنے کے لیے کسی شریک کے لیے کم از کم کتنے فیصد رقم ملانا ضروری ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

سوال میں پوچھی گئی صورت کا تعلق شرکتِ عنان سے ہے اس قسم میں شرکاء کی رقم یکساں ہونا ضروری نہیں، کم و بیش بھی ہو سکتی ہے، لہٰذا کوئی بھی فرد شرکت میں جتنی چاہے رقم ملا سکتا ہے، شرعاً کوئی حد بندی نہیں۔

بہارِ شریعت میں ہے: " شرکت عنان میں یہ ہو سکتا ہے کہ اس کی میعاد مقرر کر دی جائے مثلاً ایک سال کے لیے ہم دونوں شرکت کرتے ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دونوں کے مال کم و بیش ہوں برابر نہ ہوں۔"

(بہارِ شریعت، 499/2، ردالمحتار، 478/6)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا چلتے کاروبار میں شرکت کر سکتے ہیں؟

مجیب: مفتی علی اصغر صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ شوال / ذوالقعدہ 1442ھ جون 2021

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ کیا چلتے کاروبار میں شرکت کر سکتے ہیں؟

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

چلتے کاروبار میں شرکت کرنا، جائز نہیں کیونکہ اس طریقۂ کار میں شرکت کی بنیادی شرائط نہیں پائی جاتیں۔ اگر پہلے سے کوئی کام چل رہا ہے اور اس چلتے کام میں شرکت کرنا چاہتے ہیں تو کسی ایک یا زائد آئٹم میں شرکت کے اصولوں پر عمل کرتے ہوئے کر لیں اور ان کا الگ سے حساب کتاب رکھا جائے۔ اگر کل کاروبار میں دوسرے کو شریک کرنا ہے تو پھر پہلا کام سارا حساب کتاب کرنا ہو گا کہ کتنا مال ہے کتنا سرمایہ ہے اور اس کی مختلف صورتیں بنیں گی۔ ممکن ہے کاروبار میں رقم بالکل نہ ہو بلکہ صرف سامان ہو اور اس کے علاوہ بھی صورتیں بن سکتی ہیں۔ ساری کلوزنگ کرنے کے بعد پھر مستند مفتیانِ کرام سے رہنمائی لی جائے کہ نقدی کی یہ تفصیل ہے اور اس کے علاوہ چیزوں کی یہ تفصیل ہے۔ پھر اس کی روشنی میں شرعی رہنمائی کی جاسکتی ہے۔ اس تعلق سے دارُ الافتاء اہلسنّت کے تفصیلی فتاویٰ کا مطالعہ بھی کریں۔ نیز مدنی چینل کے ہفتہ وار پروگرام " احکامِ تجارت " میں بھی اس بات کو متعدد بار تفصیل سے بیان کیا گیا ہے کہ چلتے کاروبار میں شرکت کیوں نہیں ہو سکتی اور اگر کرنی ہے تو کیا طریقہ اپنایا جا سکتا ہے۔

وَاللهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

شراکت کے کاروبار میں دونوں شریکوں کا نقصان کتنے فیصد ہوگا؟

مجیب: محمد عرفان مدنی عطاری

فتوی نمبر:WAT-1414

تاریخ اجراء:28رجب المرجب1444ھ/20فروری2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

ایک نے74500،دوسرے نے51460بطور شرکت دیئے، منافع میں55%اور45%کی شرط لگائی،اب تجارت میں نقصان ہوگیا40000ہزار روپے بچے،نقصان میں کسی طرح کی شرط نہیں تھی،اب مابقی کی تقسیم کس طرح ہوگی؟ہر ایک کو کتنے روپے ملیں گے ؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

آپ کی بیان کردہ صورت میں دونوں شریکوں کا مال برابر نہیں ہے بلکہ کم وبیش ہے تو اس میں نفع کی تقسیم کاری کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ:

یا تو برابر برابر رکھا جائے یا مال کے حساب سے اور اگر باہمی رضامندی سے کم وبیش رکھنا ہے تو پھر اگر دونوں نے کام کرنا ہے تو زیادہ کام کرنے والے کے لیے زیادہ نفع مقرر کیا جاسکتا ہے، کم کام کرنے والے کے لیے زیادہ نفع مقرر نہیں کیا جاسکتا۔اور اگر صرف ایک نے کام کرنا ہے تو کام کرنے والے کے لیے زیادہ نفع مقرر کیا جاسکتا ہے، جس نے کام نہیں کرنا،اس کے لیے زیادہ نفع مقرر نہیں کرسکتے۔اگر کام نہ کرنے والے کے لیے زیادہ نفع مقرر کیا تو یہ شرکت ناجائز ہے۔

اور نقصان کے حوالے سے قاعدہ یہ ہے کہ وہ دونوں کے مالوں کے اعتبار سے ہی ہوگا،اگر اس کے خلاف مقرر کیا ہو تو اس کا کوئی اعتبار نہیں،اسی طرح اگر نقصان کے حوالے سے کچھ طے نہیں ہوا تھا تو اس سے بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا کہ وہ پہلے ہی شریعت کی طرف سے طے ہے۔لہذا صورت مسئولہ میں بھی جب مال کم وبیش ہے تو نقصان اسی کے حساب سے ہوگا۔پس صورت مسئولہ میں مال کا جو پرسنٹیج ہے،وہ59.15%اور40.85%ہے۔لہذا نقصان بھی اسی تناسب سے ہوگا۔

بہار شریعت میں ہے "اگر دونوں نے اسطرح شرکت کی کہ مال دونوں کا ہوگا مگر کام فقط ایک ہی کریگااور نفع دونوں لیں گے اور نفع کی تقسیم مال کے حساب سے ہوگی یا برابر لیں گے یا کام کرنے والے کو زیادہ ملے گا تو جائز ہے اور اگر کام نہ کرنے والے کو زیادہ ملے گا تو شرکت ناجائز۔۔۔۔اور اگر کام دونوں کریں گے مگر ایک زیادہ کام کریگا دوسرا کم اور جو زیادہ کام کریگا نفع میں اُس کا حصہ زیادہ قرار پایا یا برابر قرار پایا یہ بھی جائز ہے۔" (بہار شریعت، ج 02، حصہ 10، ص 499، مکتبۃ المدینہ)

بہار شریعت میں ہے "نقصان جو کچھ ہوگا وہ راس المال کے حساب سے ہوگا اسکے خلاف شرط کرنا باطل ہے مثلاً دونوں کے روپے برابر برابر ہیں اور شرط یہ کی کہ جو کچھ نقصان ہوگا اُسکی تہائی فلاں کے ذمہ اور دو تہائیاں فلاں کے ذمہ یہ شرط باطل ہے اور اس صورت میں دونوں کے ذمہ نقصان برابر ہوگا۔" (بہار شریعت، ج 02، حصہ 10، ص 491، مکتبۃ المدینہ)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

نفع اور نقصان کی تقسیم کاری کا کیا طریقہ ہوگا؟

مجیب: مفتی علی اصغر صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ شوال / ذوالقعدہ 1442ھ جون 2021

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر برانڈ کا نام، رجسٹریشن، محنت، مصنوعات کی تیاری اور ترسیل وغیرہ سب کچھ ایک فریق کی طرف سے ہو اور وہ شرکت میں صرف 10,000 روپے کا حصہ ملائے جبکہ دوسرا فریق 90,000 روپے ملائے تو اس صورت میں کیا کام کرنے والا فریق اپنا نفع 80٪ اور دوسرے فریق کا نفع 20٪ رکھ سکتا ہے؟ اور نقصان ہونے کی صورت میں نقصان کی رقم کی تقسیم کاری کا کیا طریقہ کار ہوگا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر ایک شریک عامل ہو یعنی ورکنگ پارٹنر ہو اور اس کے لیے، اس کے دیئے گئے راسُ المال یعنی کیپٹل کے تناسب سے زیادہ نفع مقرر کرنے کی شرط لگائی جائے تو اس میں شرعاً حرج نہیں البتہ شرکت کا معاہدہ ہوتے وقت دونوں فریقین کو علم ہونا ضروری ہے کہ کس کا نفع کیا ہوگا۔

پوچھی گئی صورت میں جس فریق نے صرف دس ہزار روپے ملائے اور وہ ورکنگ بھی کر رہا ہے تو اپنے کیپٹل کے تناسب سے زیادہ نفع مقرر کر سکتا ہے لہٰذا اس نے اپنے لئے 80 فیصد نفع طے کیا ہے تو شرعاً کوئی حرج نہیں۔

(ردالمحتار، 479/6)

البتہ نقصان کا اصول یہ ہے کہ جس کا جتنا فیصد سرمایہ یعنی کیپٹل ہے وہ صرف اتنے فیصد نقصان کو برداشت کرے گا۔

بہارِ شریعت میں ہے: ”نفع میں کم و بیش کے ساتھ بھی شرکت ہو سکتی ہے مثلاً ایک کی ایک تہائی اور دوسرے کی دو تہائیاں، اور نقصان جو کچھ ہوگا، وہ راس المال کے حساب سے ہوگا اس کے خلاف شرط کرنا باطل ہے۔“

(بہارِ شریعت، 491/2، ردالمحتار، 469/6)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

دار الافتاء اہلسنت (دعوت اسلامی)

Dar-ul-ifta Ahl-e-sunnat

ریفرینس نمبر: Aqs 1400 تاریخ: 17-09-2018

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مشترکہ کاروبار میں ایک پارٹنر کا پرسنل سامان بیچنا کیسا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ دو شخص آپس میں پارٹنر ہیں، ایک دکان پر بیٹھتا ہے۔ اب جو گاہک دکان پر آتا ہے، وہ مشترک ہی ہوتا ہے، مگر دکان پر بیٹھنے والے پارٹنر کے کچھ جاننے والے لوگ اسے فون یا واٹس اپ پر سامان کا کہتے ہیں (جن کو دکان سے کوئی غرض نہیں ہوتی، وہ اس شخص کو گھریلو طور پر جانتے ہیں)، تو یہ ان کے ساتھ پرسنل ڈیل کرتا ہے اور پھر اپنے پیسوں سے وہی سامان مارکیٹ سے لا کر اُن لوگوں کو دے دیتا ہے، مالِ شرکت سے کچھ بھی نہیں دیتا، آپ سے پوچھنا یہ ہے کہ اِس پارٹنر کا اس طرح کرنا کیسا ہے اور اس نفع کا کیا حکم ہے؟

نوٹ! دونوں کا مشترکہ کام سونے کا ہے اور اسی طرح کے لاکٹ، سیٹ وغیرہ لوگ فون پر اس جاننے والے کو کہتے ہیں اور ایک پارٹنر باہر سے ہی اسے خرید کر بیچ دیتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

پوچھی گئی صورت میں اُس شریک کا اس طرح ڈیل کرنا، جائز نہیں اور اس کا نفع بھی مشترک ہی ہو گا، کیونکہ شرکت کے معاہدے کے بعد جس قسم کے مال پر شرکت کا معاہدہ ہو چکا ہو، اسی قسم کا مال خریدنے بیچنے کی صورت میں وہ چیز شرکت کی ہی کہلاتی ہے اور اس کا نفع دونوں شریکوں میں تقسیم ہوتا ہے، اکیلے خرید و فروخت کرنے والے شریک کا نہیں ہوتا اگرچہ خریدتے بیچتے وقت اپنے لیے خریدنے بیچنے پر گواہ بھی بنا لیے ہوں۔

بحر الرائق میں محیط کے حوالے سے ہے: " و لو اشتری من جنس تجارتھما و اشھد عند الشراء انه یشتریه لنفسه فھو مشترک بینھما لانه فی النصف بمنزلۃ الوکیل بشراء شیء معین و لو اشتری مالیس من تجارتھما فھو له خاصۃ لان ھذا النوع من التجارۃ لم ینطو علیه عقد الشرکۃ "ترجمہ: اور اگر ایسی چیز خریدی، جو شریکین کی تجارت کی جنس سے ہی ہے اور اس پر گواہ (بھی) بنا لیے کہ یہ چیز وہ اپنے لیے خرید رہا ہے، (پھر

بھی) وہ چیز دونوں میں مشترک ہو گی، کیونکہ یہ (خریدنے والا شخص) معین چیز کے خریدنے میں وکیل کے درجے میں ہے اور اگر ایسی چیز خریدتا ہے، جو ان کی (شرکت کے معاہدے والی) تجارت کی قسم سے نہیں ہے، تو (اس صورت میں) وہ خریدی ہوئی چیز اس خریدنے والے شریک کی ہی ہو گی، کیونکہ شرکت کا معاہدہ تجارت کی اس قسم کے لیے مانع نہیں ہے۔

(البحرالرائق، کتاب الشرکۃ، جلد5، صفحہ294، مطبوعہ کوئٹہ)

بہارِ شریعت میں ہے: " ایک نے کوئی چیز خریدی۔ اس کا شریک کہتا ہے کہ یہ شرکت کی چیز ہے اور یہ کہتا ہے میں نے خاص اپنے واسطے خریدی اور شرکت سے پہلے کی خریدی ہوئی ہے، تو قسم کے ساتھ اس کا قول معتبر ہے اور اگر عقدِ شرکت کے بعد خریدی اور یہ چیز اُس نوع میں سے ہے، جس کی تجارت پر عقدِ شرکت واقع ہوا ہے، تو شرکت ہی کی چیز قرار پائے گی اگرچہ خریدتے وقت کسی کو گواہ بنالیا ہو کہ میں اپنے لیے خریدتا ہوں، کیونکہ جب اِس نوع تجارت پر عقدِ شرکت واقع ہو چکا ہے، تو اسے خاص اپنی ذات کے لیے خریداری جائز ہی نہیں، جو کچھ خریدے گا، شرکت میں ہو گا اور اگر وہ چیز اُس جنسِ تجارت سے نہ ہو، تو خاص اس کے لیے ہو گی۔"

(بہارِ شریعت، حصہ10، جلد2، صفحہ500، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــــــــہ

ابو الصالح محمد قاسم قادری

06محرم الحرام1440ھ/17ستمبر2018ء

دارالافتاء اہلسنت (دعوتِ اسلامی)
Darul Ifta AhleSunnat

ریفرینس نمبر: Aqs 1532 بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ تاریخ: 18-02-2019

ادھار میں چیز نقد قیمت سے مہنگی بیچنا کیسا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ ہمارا گاڑیوں کے پارٹس وغیرہ بیچنے کا کاروبار ہے۔ بعض اوقات گاہک ادھار خریدنا چاہتا ہے، تو جو چیز ہم نقد ہزار روپے میں بیچتے ہیں، ادھار میں وہی چیز پندرہ سو روپے کی بیچ سکتے ہیں؟ اس میں کسی قسم کا سود وغیرہ تو نہیں ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

پوچھی گئی صورت میں آپ نقد قیمت ہزار روپے والی چیز ادھار میں پندرہ سو روپے کی بیچ سکتے ہیں، اس میں کسی قسم کا کوئی حرج نہیں ہے، بشرطیکہ ادھار کی مدت معین ہو اور یہ طے کر لیا جائے کہ یہ سودا نقد کیا جارہا ہے یا ادھار۔ نیز کوئی اور ناجائز شرط نہ لگائی جائے۔

نقد اور ادھار بیچنے کے متعلق کنز الدقائق میں ہے: "وصح بثمن حال وبأجل معلوم" ترجمہ: نقد اور ادھار قیمت کے ساتھ خرید وفروخت درست ہے، بشرطیکہ ادھار کی مدت معلوم ہو۔ (کنز الدقائق، کتاب البیوع، صفحہ 228، مطبوعہ کراچی)

نقد وادھار میں سے کوئی صورت معین کیے بغیر بیچنے کے متعلق فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "رجل باع علی أنه بالنقد بكذا وبالنسيئة بكذا او الی شھر بكذا او الی شھرین بكذا لم یجز کذا في الخلاصة" ترجمہ: کسی شخص نے اس طریقے سے کوئی چیز بیچی کہ نقد اتنے کی اور ادھار اتنے کی ہے یا ایک مہینے کی مدت تک اتنے کی اور دو مہینے کی مدت تک اتنے کی ہے، تو یہ خرید وفروخت جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے۔

(الفتاویٰ الھندیہ، کتاب البیوع، الباب العاشر فی الشروط التی تفسد البیع، جلد 3، صفحہ 146، مطبوعہ کراچی)

نقد وادھار میں سے کوئی ایک صورت معین کر کے بیچنے کے متعلق فتح القدیر میں ہے: "ان کون الثمن علی تقدیر النقد ألفا وعلی تقدیر النسيئة ألفين ليس في معنی الربا" ترجمہ: کسی چیز کی قیمت نقد کی صورت میں ایک ہزار اور ادھار کی صورت

میں دو ہزار ہو، تو یہ سود کی صورت نہیں ہے۔

(فتح القدیر، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، جلد 6، صفحہ 410، مطبوعہ کوئٹہ)

سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے سوال ہوا: " جب غلہ بازار میں نقدوں 16 سیر کا ہو، تو قرضوں 15 یا 12 سیر کا بیچنا جائز ہے یا حرام یا مکروہ؟ " تو جواباً آپ علیہ الرحمۃ نے ارشاد فرمایا: " یہ فعل اگرچہ نرخ بازار سے کیسا ہی تفاوت ہو حرام یا ناجائز نہیں کہ وہ مشتری پر جبر نہیں کرتا، نہ اسے دھوکا دیتا ہے اور اپنے مال کا ہر شخص کو اختیار ہے۔ چاہے کوڑی کی چیز ہزار روپیہ کو دے۔ مشتری کو غرض ہو، لے۔ (غرض) نہ ہو، نہ لے فی ردالمحتار: " لو باع کاغذۃ بالف یجوز ولا یکرہ " (ترجمہ:) ردالمحتار میں ہے: اگر کسی نے کاغذ کا ٹکڑا ہزار کے بدلے میں بیچا، تو جائز ہے اور مکروہ نہیں ہے۔ "

(فتاویٰ رضویہ، جلد 17، صفحہ 97، 98، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اسی طرح آپ علیہ الرحمۃ سے ایک اور سوال ہوا: " غلہ تجارتی کو ادھار میں موجودہ نرخ سے زیادہ قیمت پر بیع کرنا درست ہے کہ نہیں؟ " تو جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: " درست ہے۔ "

(فتاویٰ رضویہ، جلد 17، صفحہ 275، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فتاویٰ امجدیہ میں فرماتے ہیں: " بیع میں ثمن کا معین کرنا ضروری ہے۔ در مختار میں ہے: و شرطہ لصحتہ معرفۃ قدر مبیع وثمن اور جب ثمن معین کر دیا جائے، تو بیع چاہے نقد ہو یا ادھار سب جائز ہے۔ اسی میں ہے: وصح بثمن حال و مؤجل الی معلوم اور یہ بھی ہر شخص کو اختیار ہے کہ اپنی چیز کو کم یا زیادہ، جس قیمت پر مناسب جانے، بیع کرے۔ تھوڑا نفع لے یا زیادہ، شرع سے اس کی ممانعت نہیں، مگر صورت مسئولہ میں یہ ضرور ہے کہ نقد یا ادھار دونوں سے ایک صورت کو معین کر کے بیع کرے اور اگر معین نہ کیا، یوہیں مجمل رکھا کہ نقد اتنے کو اور ادھار اتنے کو، تو یہ بیع فاسد ہو گی اور ایسا کرنا، جائز نہ ہو گا۔ "

(فتاویٰ امجدیہ، جلد 3، صفحہ 181، مکتبہ رضویہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

14 جمادی الثانی 1440ھ / 18 فروری 2019ء

ریفرینس نمبر:Nor-9702 بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ تاریخ:09-01-2019

کسی کو کاروبار کے لیے رقم دی اور اس کے کاروبار کے طریقے کا علم نہیں، تو نفع کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے ایک شخص کو کاروبار کے لیے بطور مضاربت رقم دی ہوئی ہے، وہ ہر مہینے مقررہ فیصد میں مجھے نفع دے دیتا ہے، مگر مجھے اس کے کام کا طریقہ کار معلوم نہیں، ممکن ہے کہ وہ ناجائز طریقوں سے کماتا ہو، کیا میرا اس سے وہ نفع لینا حلال ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

اگر آپ نے مضاربت کی تمام شرائط کا لحاظ رکھتے ہوئے عقد مضاربت کیا ہے، تو آپ کا پوچھی گئی صورت میں اس سے نفع لینا حلال ہے کیونکہ ظاہر یہی ہے وہ حلال طریقے سے کماتا ہوگا، البتہ اگر آپ کو کنفرم معلوم ہو جائے کہ آپ کی رقم کو ناجائز کام میں لگایا ہے، تو پھر اس کا نفع حلال نہیں ہوگا۔

فی زمانہ مضاربت کو اپنی شرائط کے مطابق بہت کم لوگ کرتے ہیں، لیکن شرائط کی پابندی نہ کرنے کی وجہ سے ہر صورت میں مضاربت کی آمدنی حرام نہیں ہوتی، البتہ کچھ صورتوں میں ضرور حرام ہوتی ہے۔ مثلاً ایک تعداد تو ایسی ہوتی ہے کہ رقم لے کر کاروبار میں لگانے کے بجائے اپنے قرضے اتار دیتے ہیں اور دوسرے کو جیب سے نفع دیتے رہتے ہیں، یہ ناجائز صورت ہے اور ملنے والی رقم بھی رب المال کے لیے حلال نہیں۔

در مختار میں ہے: "دفع مالہ مضاربۃ لرجل جاھل جاز اخذ ربحہ ما لم یعلم انہ اکتسب الحرام"

ترجمہ: کسی جاہل شخص کو مضاربت کے طور پر مال دیا تو جب تک حرام ہونے کا معلوم نہ ہو، نفع لینا جائز ہے۔

اس کے تحت ردالمحتار میں ہے:"لان الظاھر انہ اکتسب من الحلال" ترجمہ: کیونکہ ظاہری طور پر اس نے حلال طریقے سے کمایا ہوگا۔ (درمختار، کتاب البیوع، باب المتفرقات، ج7، ص518، کوئٹہ)

بہار شریعت میں ہے:"کسی جاہل شخص کو بطور مضاربت روپے دے دیئے، معلوم نہیں کہ جائز طور پر تجارت کرتا ہے یا ناجائز طور پر تو نفع میں اس کو حصہ لینا جائز ہے جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ اس نے حرام طور پر کسب کیا ہے۔"

(بہار شریعت، ج2، ص813، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــہ

ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

02جمادی الاولی 1440ھ/09جنوری 2019ء

شرکت پر کام کرنے کا جائز طریقہ

ریفرنس نمبر:har4273 تاریخ:25-10-2020

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ میں اور میرا بڑا بھائی موبائل کا کام شروع کر رہے ہیں۔ میری طرف سے چار لاکھ روپے ملائے جائیں گے اور میرے بھائی کی طرف سے چھے لاکھ۔ کام ہم دونوں کریں گے اور نفع و نقصان مال کے حساب سے تقسیم کیا جائے گا۔ کیا یہ شرکت درست ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

سوال میں مذکور تفصیل کے مطابق کہ نفع و نقصان مال کے حساب سے تقسیم ہو گا، یہ شرکت، جائز و درست ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ آپ دونوں کے درمیان ہونے والی شرکت، شرکت عنان ہے اور قوانین شرعیہ کے مطابق شرکت عنان میں نفع برابر بھی ہو سکتا ہے، مال کے حساب سے بھی ہو سکتا ہے اور باہمی رضامندی سے زیادہ کام کرنے والے کے لیے زیادہ نفع بھی مقرر کیا جا سکتا ہے، البتہ کام نہ کرنے والے کے لیے یا کم کام کرنے والے کے لیے زیادہ نفع مقرر کرنا، جائز نہیں ہوتا۔ اس طرح آپ دونوں کے درمیان نفع مال کے حساب سے تقسیم ہونے کی شرط جائز و درست ہوئی۔

نیز قوانین شرعیہ کے مطابق کاروبار میں اگر نقصان ہو، تو ضروری ہوتا ہے کہ وہ دونوں شریکوں پر ان کے راس المال کے اعتبار سے تقسیم کیا جائے یعنی جس کا جتنا مال ہے، اسی اعتبار سے اس پر نقصان ڈالا جائے گا۔ آپ دونوں کے درمیان بھی چونکہ یہی معاہدہ ہو رہا ہے کہ نقصان مال کے حساب سے تقسیم ہو گا، لہذا یہ شرکت درست ہے۔

تنویر الابصار و در مختار میں شرکت عنان کے متعلق ہے:"و تصح عاماً و خاصاً و مطلقاً و موقتاً و مع التفاضل فی المال دون الربح وعکسہ "اور شرکت عنان عام، خاص، مطلق اور موقت اور مال میں کمی زیادتی نہ کہ نفع میں (کمی زیادتی) اور اس کے برعکس (نفع میں کمی زیادتی نہ کہ مال میں دونوں طرح) درست ہے۔

(تنویر الابصار و در مختار مع رد المحتار، ج6، ص478، مطبوعہ کوئٹہ)

رد المحتار میں ہے:"قولہ: (وعکسہ) ای: بان یتساوی المالان و یتفاضلا فی الربح، لکن ھذا مقید بان یشترطا الاکثر للعامل منھما ولا کثرھما عملاً، اما لو شرطاہ للقاعد او لاقلھما عملاً فلا یجوز کمافی

البحر عن الزيلعي والکمال" مصنف علیہ الرحمۃ کا قول:(اور اس کے برعکس)یعنی:بایں طور کہ دونوں کے مال برابر ہوں اور نفع میں کمی زیادتی ہو، لیکن یہ مقید ہے اس کے ساتھ کہ دونوں اکثر(نفع)ان میں سے کام کرنے والے کے لیے اور ان میں سے زیادہ کام کرنے والے کے لیے شرط کریں، بہرحال اگر زیادہ نفع بیٹھنے والے یا ان میں سے کم کام کرنے والے کے لیے شرط کیا، تو جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ زیلعی اور کمال کے حوالہ سے بحر میں ہے۔

(ردالمحتار مع الدرالمختار، ج6، ص478، مطبوعہ کوئٹہ)

بہار شریعت میں ہے:"اگر دونوں نے اس طرح شرکت کی کہ مال دونوں کا ہو گا، مگر کام فقط ایک ہی کرے گا اور نفع دونوں لیں گے اور نفع کی تقسیم مال کے حساب ہوگی یا برابر لیں گے یا کام کرنے والے کو زیادہ ملے گا تو جائز ہے اور اگر کام نہ کرنے والے کو زیادہ ملے گا، تو شرکت ناجائز ہے۔" (بہارشریعت، ج2، ص499، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

رد المحتار میں نقصان کے متعلق ہے:"و ما کان من وضیعۃ او تبعۃ فکذلک (ای علی قدر رؤوس اموالھما) ولا خلاف ان اشتراط الوضیعۃ بخلاف قدر راس المال باطل۔ملخصا"اور (شرکت میں) جو کچھ نقصان اور تاوان ہو گا، تو وہ اسی طرح ہو گا یعنی ان کے مالوں کی مقدار کے مطابق ہو گا اور کوئی اختلاف نہیں اس بات میں کہ راس المال کی مقدار کے برخلاف نقصان کی شرط کرنا باطل ہے۔

(ردالمحتار مع الدرالمختار، ج6، ص469، مطبوعہ کوئٹہ)

بہار شریعت میں ہے:"نقصان جو کچھ ہو گا وہ راس المال کے حساب سے ہو گا، اس کے خلاف شرط کرنا باطل ہے، دونوں کے روپے برابر، برابر ہیں اور شرط یہ کی کہ جو کچھ نقصان ہو گا اس کی تہائی فلاں کے ذمہ اور دو تہائیاں فلاں کے ذمہ، یہ شرط باطل ہے اور اس صورت میں دونوں کے ذمہ نقصان برابر ہو گا۔"

(بہارشریعت، ج2، ص491، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

ابو محمد محمد سرفراز اختر عطاری

07ربیع الاول1442ھ/25اکتوبر2020ء

الجواب صحیح

مفتی فضیل رضا عطاری

زیادہ کام کرنے والے شریک کی اجرت فکس کرنا کیسا؟

تاریخ:09-09-2023 ریفرنس نمبر:IEC-0065

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ ہم تین دوست مل کر پارٹنرشپ کرنا چاہتے ہیں، رقم بھی سب کی برابر ہوگی اور نفع بھی تینوں برابر بانٹیں گے، ہم میں سے دو پارٹنرز دوکان پر پارٹ ٹائم وقت دیں گے جبکہ ایک پارٹنر مکمل وقت دے گا اور کام بھی زیادہ کرے گا تو کیا اس پارٹنر کی نفع کے علاوہ ماہانہ الگ سے کوئی تنخواہ (Salary) مقرر (fix) کی جاسکتی ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

پوچھی گئی صورت میں زیادہ کام کرنے والے پارٹنر کی نفع کے علاوہ ماہانہ سیلری (اجرت) فکس کرنا، جائز نہیں۔

مسئلے کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ شریعت مطہرہ نے ملازم (Employee) رکھنے کے جو اصول بیان فرمائے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کوئی شخص اپنے ہی کام کے لئے ملازم (Employee) نہیں بن سکتا۔ سیلری مقرر نہ کیے جانے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ ایک پارٹنر کے لئے سیلری فکس کرنا شرکت کے منافی (Against) ہے کیونکہ شراکت داری (Partnership) ایک ایسا عقد (Agreement) ہے جس میں تمام شراکت دار (Partners) اصل رقم اور نفع دونوں میں شریک ہوتے ہیں، مذکورہ طریقے کے مطابق ایک پارٹنر کی تنخواہ (Salary) مقرر (fix) کردینے کے بعد ممکن ہے کبھی کاروبار میں نفع فقط اتنا ہی ہو جتنی اس ایک شریک (Partner) کی رقم مقرر (fix) کردی گئی، تب تو دیگر شرکاء کی نفع میں بالکل بھی شرکت نہیں ہوگی۔

مذکورہ ناجائز صورت کا متبادل جائز طریقہ

پارٹنرشپ میں زیادہ کام کرنے والے پارٹنر کو زیادہ نفع دینا چاہتے ہیں تو اس کی جائز صورت یہ ہے کہ باہمی رضامندی (Mutual Understanding) سے زیادہ کام کرنے والے پارٹنر کے لئے نفع (Profit) کا تناسب (Ratio) زیادہ مقرر کرلیا جائے تو زیادہ کام کرنے والے کا زیادہ نفع لینا جائز ہو جائے گا۔

سوال میں پوچھی گئی صورت کے ناجائز ہونے پر کتب فقہ سے جزئیات ملاحظہ ہوں:

غایۃ البیان میں ہے:"قال محمد: کل شی استاجر من صاحبہ مما یکون عملا فانہ لا یجوز وان عملہ فلا اجر لہ" یعنی: امام محمد نے فرمایا کہ: کسی بھی شریک کا مشترکہ سامان میں اجرت پر کام کرنا جائز نہیں اور اگر اس نے بطور اجیر کام کیا تو اسے اجرت نہیں ملے گی۔

(غایۃ البیان، جلد13، صفحہ398، دار الضیاء کویت)

غایۃ البیان ہی میں اس کی علت یوں بیان کی گئی ہے کہ:"لانہ عامل لنفسہ، والانسان لا یستحق علی عملہ لنفسہ اجرا، لانہ لا یتمیز نصیبہ من نصیب شریکہ، لکونہ شائعا، فیکون عاملا لنفسہ فی کل جزء من المعقود علیہ"یعنی: یہ تو اپنا ہی کام خود کرنا ہوا اور بندہ اپنا کام خود کرنے پر اجرت کا مستحق نہیں ہوتا، نیز مشاع سامان ہونے کی وجہ سے بندہ اپنا اور اپنے شریک کا حصہ الگ نہیں کر سکتا جس کی وجہ سے بطور اجارہ کیا جانے والا ہر کام اس کا اپنے لئے کرنا قرار پائے گا۔

(غایۃ البیان، جلد13، صفحہ397، دار الضیاء کویت)

در مختار میں ہے:"(ولو) استاجرہ (لحمل طعام) مشترک (بینھما فلا اجرلہ) لانہ لا یعمل شیئا لشریکہ الا ویقع بعضہ لنفسہ فلا یستحق الاجر"یعنی: اگر ایک شریک مشترکہ سامان کو اٹھانے کے لئے اجیر بنا تو اس کو اجرت نہ ملے گی کیونکہ جو کچھ اس نے اٹھایا اس میں شریک کے ساتھ اس کا اپنا حصہ بھی ہے جس کی وجہ سے وہ اجرت کا مستحق نہیں ہو گا۔

(در المختار مع رد المحتار، جلد9، صفحہ82، بیروت)

امام اہلسنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:"شریک کو مال مشترک میں تصرف کرنے کے لئے اجیر کرنا اصلاً جائز نہیں۔"

(فتاوی رضویہ، جلد16، صفحہ108، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

بہار شریعت میں ہے:"دو شخصوں میں غلہ مشترک ہے اس مشترک غلہ کے اُٹھانے کے لیے ایک نے دوسرے کو اجیر کیا دوسرے نے اُٹھایا اس کو کچھ مزدوری نہیں ملے گی کہ جو کچھ یہ اُٹھا رہا ہے اُس میں خود اس کا بھی ہے لہٰذا اس کا کام خود اپنے لیے ہوا مزدوری کا مستحق نہیں ہوا۔"

(بہار شریعت، جلد03، صفحہ152، مکتبۃ المدینۃ، کراچی)

در مختار میں ہے:"(شرطھا) ای شرکۃ العقد (عدم مایقطعھا کشرط دراھم مسماۃ من الربح لاحدھما) لانہ قد لا یربح غیر المسمی (وحکمھا الشرکۃ فی الربح)"یعنی: شرکت عقد کی ایک شرط یہ ہے کہ شرکت میں کوئی ایسی چیز نہ پائی جائے جو شرکت کو قطع کر دے جیسے دو شریکوں میں سے ایک کے لئے نفع میں سے معین (Fix) درہموں کی شرط لگانا کیونکہ کبھی ان معین درہموں کے علاوہ کوئی نفع ہی نہیں ہوتا اور شرکت عقد کا حکم نفع میں شرکت ہے۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ عبارت کے تحت فرماتے ہیں:"فیلزم انتفاء حکمھا لو لم یربح غیر المسمی"یعنی: اگر معین دراہم کے سوا کچھ نفع ہی نہ ہوا تو شرکت کا حکم ہی ختم ہو جائے گا۔

(در المختار مع رد المحتار، جلد6، صفحہ468، بیروت)

امام اہلسنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: ”شرکت ایک عقد ہے جس کا مقتضٰی دونوں شریکوں کا اصل و نفع دونوں میں اشتراک ہے، ایک شریک کے لئے معین تعداد زر مقرر کرنا قاطع شرکت ہے کہ ممکن کہ اسی قدر نفع ہو تو کل نفع کا یہی مالک ہو گیا، دوسرے شریک کو کچھ نہ ملا تو ربح (نفع) میں شرکت کب ہوئی۔“

(فتاوی رضویہ، جلد17، صفحہ371، رضافاؤنڈیشن لاہور)

بہار شریعت میں ہے: ”یہ بھی ضرور ہے کہ ایسی شرط نہ کی ہو جس سے شرکت ہی جاتی رہے مثلاًیہ کہ نفع دس روپیہ میں لوں گا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ کُل دس ہی روپے نفع کے ہوں تو اب شرکت کس چیز میں ہو گی۔“

(بہار شریعت، جلد2، صفحہ491، مکتبۃ المدینہ کراچی)

زیادہ کام کرنے والے کے لئے نفع میں سے زیادہ حصہ بھی مقرر کیا جاسکتا ہے جیسا کہ بہار شریعت میں ہے: ”اگر کام دونوں کریں گے مگر ایک زیادہ کام کرے گا دوسرا کم اور جو زیادہ کام کرے گا نفع میں اُس کا حصہ زیادہ قرار پایا یا برابر قرار پایا یہ بھی جائز ہے۔“

(بہار شریعت، جلد02، صفحہ499، مکتبۃ المدینۃ کراچی)

واللہ اعلم عزوجل **و رسولہ اعلم** صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــــہ

ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

22صفر المظفر 1445ھ/09ستمبر 2023ء

ایک کی رقم، دوسرے کا کام اور سارا نفع رقم دینے والے کو ملے، اس شرط پر پارٹنرشپ کرنا کیسا؟

ریفرنس نمبر:IEC-114 تاریخ:14-11-2023

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں اپنی دوکان پر چوکر(Husk) (جانوروں کا چارہ) وغیرہ بیچ کر اپنا کام چلا رہا ہوں۔ میرا کزن مجھے کچھ انویسٹمنٹ(Investment) یوں دے رہا ہے کہ اس رقم سے صرف کھاد خرید کر اپنی دوکان پر رکھوں، جس کی ایک بوری نقد 13 ہزار روپے کی خرید کر مارکیٹ میں 4 مہینے کے ادھار پر 16 ہزار روپے کی بیچی جاتی ہے۔ کھاد کی خرید و فروخت، اس کو دوکان میں رکھنا، کسٹمر سے پیسوں کی وصولی وغیرہ سب کام میں کروں گا اور ان کاموں کے عوض ان سے کسی قسم کا کوئی نفع اور عوض وصول نہیں کروں گا اور ان کے مال کا حساب کتاب الگ رکھوں گا۔ میرا اس میں صرف یہ فائدہ ہو جائے گا کہ میری دوکان پر ایک آئٹم کا اضافہ ہو جائے گا جس کی وجہ سے زیادہ کسٹمر میرے پاس آئیں گے۔ تو کیا اس کی شرعا اجازت ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

کسی کو انویسٹمنٹ(Investment) اس شرط پر دینا کہ کام سارا کا سارا وہ کرے گا اور تمام کا تمام نفع انویسٹر (Investor) کا ہو گا، کام کرنے والے کو اپنے کام کے عوض کچھ بھی نہیں ملے گا، شرعی اصطلاح میں ابضاع / بضاعت کہلاتا ہے، فی نفسہ یہ جائز ہے۔

لہذا پوچھی گئی صورت میں آپ کا اپنے کزن کی انویسٹمنٹ(Investment) سے کھاد خریدنا اور اسے مارکیٹ میں رائج شرعی طریقے کے مطابق ادھار یا نقد بیچنا اور ضروری اخراجات نکالنے کے بعد مکمل نفع اپنے کزن کو دے دینا اور اپنے کام اور اپنی کسی سروس کا کوئی معاوضہ نہ لینا، بالکل جائز ہے۔

لیکن یہاں اس بات کا خیال رہے کہ آپ چونکہ کزن کے وکیل بن کر ان کے مال میں خرید و فروخت کا تصرف کریں گے لہٰذا عقد بیع کے حقوق مثلاً پیمنٹ کی وصولی وغیرہ کا تعلق آپ سے ہو گا۔ آپ کے قبضہ میں ان کا مال امانت ہو گا۔ آپ کی طرف سے کسی قسم کی کوتاہی (Negligence) کے بغیر مال ہلاک ہو گیا یا مال میں نقصان ہو گیا تو آپ پر کسی قسم کا کوئی تاوان نہیں ہو گا۔ ان کے مال کا جتنا نفع ہوا ہے، اس تمام کے حقدار آپ کے کزن ہوں گے۔ اگر کوئی نئی صورت حال پائی گئی تو مختلف صورتوں پر مزید احکام شرعیہ لاگو ہو سکتے ہیں۔

علامہ محقق ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ "اِبضاع" کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:" وھو ان یکون المال للمبضع، والعمل من الآخر، ولا ربح للعامل "یعنی: ابضاع یہ ہے کہ ایک شخص کا مال اور دوسرے کا کام ہو جب کہ کام کرنے والا نفع نہ لے۔

(ردالمحتار مع درمختار، جلد05، صفحہ657، مطبوعہ بیروت)

المبسوط میں ہے:" ولو کان قال: علی ان ما رزق اللہ تعالی فی ذلک من شیء فھو کلہ لرب المال، فھذہ بضاعۃ مع المضارب ولیس لہ فیھا ربح، ولا اجر، ولا ضمان علیہ فی المال ان ھلک؛ لانہ ما ابتغی عن عملہ عوضا فیکون ھو فی العمل معینا لصاحب المال۔۔۔ فیکون المال فی یدہ امانۃ "یعنی: اگر رقم دیتے ہوئے یہ طے ہوا کہ اس رقم سے اللہ جو رزق عطا فرمائے گا وہ صرف انویسٹر کا ہو گا تو یہ "بضاعت" ہے، جس میں اس کا نہ کوئی نفع ہو گا نہ کوئی اُجرت ہو گی، اور مال ہلاک ہونے کی صورت میں ضمان بھی نہیں ہو گا کیونکہ کام کرنے والے نے اپنے کام کا کوئی عوض طلب نہیں کیا جس کے باعث کام کرنے والا مال کے مالک کا محض معین و مددگار ہو گا جب کہ مال اس کے پاس امانت قرار پائے گا۔

(المبسوط، جلد22، صفحہ24، دار المعرفۃ بیروت)

بطورِ بضاعت، کسی کو اپنا مال دینا جائز ہے جیسا کہ درر الحکام شرح مجلۃ الاحکام میں ہے: "لو قال المبضع لاحد خذ ھذہ الالف الدرھم بضاعۃ وبع واشتر بھا لی جاز" یعنی: اگر بضاعت پر کام کروانے والے نے کسی سے کہا کہ یہ ہزار درہم بطورِ بضاعت لے لو اور اس سے میرے لیے خرید و فروخت کرو تو یہ جائز ہے۔

(درر الحکام شرح مجلۃ الاحکام، جلد 3، صفحہ 367، دار الکتب العلمیہ)

ابضاعاً مال لینے والا وکیل ہوتا ہے، اور اس کے قبضہ میں مال امانۃً ہوتا ہے۔ فقہ حنفی کی مشہور کتاب مجلۃ الاحکام العدلیہ میں ہے: "واذا شرط کون الربح تماما عائدا الی صاحب راس المال فیکون راس المال فی ید العامل بضاعۃ والعامل مستبضع ومن کون المستبضع فی حکم الوکیل المتبرع یصیر الربح او الخسار تماما عائدا الی صاحب المال" یعنی: جب سارا نفع مال کے مالک کا ہونا عقد میں مشروط ہو تو کام کرنے والے کے ہاتھ میں راس المال بطورِ بضاعت ہو گا اور کام کرنے والا شخص مستبضع کہلائے گا۔ مستبضع کے وکیل متبرع ہونے کے لوازمات میں سے ایک یہ ہے کہ تمام کا تمام نفع صاحبِ مال کی طرف لوٹے گا۔

(مجلۃ الاحکام العدلیہ، صفحہ 259، مطبوعہ کراچی)

وکیل بالبیع والشراء کی طرف عقد کے حقوق لوٹتے ہیں جیسا کہ بدائع الصنائع میں ہے: "حقوق العقد فی البیع، والشراء واخواتھما ترجع الی الوکیل مذھب علمائنا" یعنی: ہمارے علما کے نزدیک خرید و فروخت اور ان کی اقسام میں عقد کے حقوق وکیل کی طرف لوٹتے ہیں۔

(بدائع الصنائع، جلد 6، صفحہ 33، مطبوعہ بیروت)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــہ

ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

05 جمادی الاولی 1445ھ/20 نومبر 2023ء

چلتے کاروبار میں فی پیس کے حساب سے نفع طے کرنے کا حکم اور اس کا متبادل جائز طریقہ

ریفرنس نمبر:IEC-0005 تاریخ:11-05-2023

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ زید کی ایک گارمنٹس فیکٹری(Garments Factory) ہے جس میں اس کا تقریباًدس ملین ریال(Ten million riyals) کا سرمایہ(Capital) لگاہوا ہے۔زید، بکر نامی انویسٹر(Investor) سے دولاکھ ریال بطور انویسٹمنٹ(Investment) لیتا ہے۔ دونوں کے درمیان نفع کے متعلق یہ طے ہوتا ہے کہ فیکٹری میں بننے والے ہر اوکے پیس(Perfect Piece) پر بکر کو دو ریال نفع ملے گا اور جو پیس(Piece) ریجیکٹ(Reject) ہو جائیں گے ان پر کچھ بھی نفع نہیں ملے گا جبکہ نقصان کے متعلق دونوں کے درمیان کچھ طے نہیں ہوا۔ یہ بھی طے ہوا ہے کہ جب تک یہ انویسٹمنٹ(Investment) زید کے پاس رہے گی اسی طرح ڈیل چلتی رہے گی۔ سال یا دو سال بعد جب بھی انویسٹر اپنی رقم کی واپسی کا تقاضا کرے گا، اسے وہ رقم یعنی دولاکھ ریال مکمل ادا کر دیے جائیں گے اور طے شدہ منافع ملنا اسی وقت سے بند ہو جائے گا۔ کیا اس طرح ڈیل کرنا شرعاً درست ہے؟ اگر درست نہیں ہے تو اس کا کوئی جائز حل بھی ارشاد فرمادیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

سوال میں ذکر کیا گیا طریقہ شراکت داری(Partnership) نہیں بلکہ سود پر مشتمل ہے کیونکہ بکر نے زید کو اگرچہ انویسٹمنٹ(Investment) کے نام پر رقم دی ہے لیکن در حقیقت(In fact) وہ رقم زید پر قرض ہے کہ مکمل رقم واپس کرنا طے ہوا ہے۔ اسی قرض کی وجہ سے زید، بکر کو ہر پیس پر دو ریال کا نفع دے رہا ہے حالانکہ قرض پر مشروط(Conditional) نفع سود ہوتا ہے اور سود کا لین دین کرنا حرام و سخت گناہ ہے۔

لہٰذا ان دونوں پر لازم ہے کہ فوراً اس سودی معاہدے(Interest based contract) کو ختم کریں اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کریں۔ بکر نے اب تک جو نفع لیا وہ اس کے لئے حلال نہیں، اس پر لازم ہے کہ وہ نفع بلانیتِ ثواب کسی شرعی فقیر کو صدقہ کر دے بلکہ بہتر ہے کہ زید کو واپس کر دے۔

مذکورہ انویسٹمنٹ کا ایک جائز طریقہ

اب اگر نئے سرے سے (Fresh) انویسٹمنٹ (Investment) کرنا چاہتے ہیں تو اس کے مختلف جائز طریقے ہو سکتے ہیں۔ ان میں سے ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ بکر، زید کو رقم نہ دے بلکہ زید کو اپنے کام میں جو مٹیریل (Material) استعمال کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے مثلاً دھاگہ وغیرہ۔ بکر مارکیٹ سے دو لاکھ ریال کا وہ سامان خرید کر اس پر قبضہ کرلے پھر اس سامان کو اپنا نفع (Profit) رکھ کر مثلاً ڈھائی لاکھ ریال کا زید کو ایک متعین مدت مثلاً چھ ماہ کے لئے ادھار پر بیچ دے۔ اب یہ سامان زید کی ملکیت ہو جائے گا اور جو بھی نفع حاصل ہو گا وہ سب زید کا ہی ہو گا البتہ جتنی قیمت میں اس نے بکر سے سامان خریدا ہے وہ رقم مثلاً ڈھائی لاکھ ریال مقررہ مدت میں ادا کرنا زید پر لازم ہو گا۔ بکر کو جب یہ رقم وصول ہو جائے اور وہ دوبارہ رقم لگا کر نفع حاصل کرنا چاہے تو پھر دوبارہ یہی طریقہ اختیار کرے۔ اس طریقے یعنی اصل قیمت مع نفع (Real Price with Profit) بتا کر بیچنے کو شرعی اصطلاح میں "بیع مرابحہ" (Murabaha Contract) کہا جاتا ہے۔ اگر ابھی پوری رقم وصول نہیں ہوئی بلکہ کچھ رقم وصول ہوئی ہے اور اس وصول شدہ رقم کو دوبارہ کاروبار میں لگانا چاہتا ہے تو اسی طریقے سے لگا سکتا ہے۔

اگر بکر ہر مرتبہ کی خرید و فروخت خود نہیں کرنا چاہتا تو اس کا حل بھی موجود ہے کہ وہ اپنی جگہ کسی معتمد شخص کو اپنا نائب (Deputy) بنا دے جو اس کی دی ہوئی ہدایات کے مطابق ہر مرتبہ سامان خرید کر اپنے قبضے میں لے کر اوپر بیان کردہ طریقے کے مطابق زید کو فروخت کر دیا کرے۔

قرض کی تعریف بیان کرتے ہوئے حضرت علامہ علاؤ الدین حصکفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: "شرعاً: ما تعطیہ من مثلی لتتقاضاہ" یعنی: شرعاً قرض وہ مثلی چیز ہے جو اس مقصد سے دی کہ اس کی مثل کا تقاضا کیا جائے گا۔

(در مختار، جلد 5، صفحہ 161، مطبوعہ بیروت)

فتح القدیر میں ہے: " فعساہ لا یخرج الا قدر المسمی فیکون اشتراط جمیع الربح لاحدھما علی ذلک التقدیر واشتراطہ لاحدھما یخرج العقد من الشرکۃ الی قرض او بضاعۃ" ترجمہ: ہو سکتا ہے کہ

جتنا نفع ایک کے لئے مقرر کیا ہے کل نفع اتنا ہی ہو، اس صورت میں یہ سارا نفع ایک شریک کے لئے مقرر کرنا ہو گا اور یہ عقد شرکت سے نکل کر قرض یا بضاعت میں چلا جائے گا۔

(فتح القدیر، جلد6، صفحہ183، مطبوعہ دار الفکر)

قرض پر مشروط نفع (Conditional Benefit) سود ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے: "کل قرض جر منفعة فهو وجه من وجوه الربا" یعنی: ہر وہ قرض جس سے نفع حاصل کیا جائے وہ سود کی صورتوں میں سے ایک صورت ہے۔

(السنن الکبری للبیهقی، جلد5، صفحہ573، مطبوعہ بیروت)

سود کے متعلق صحیح مسلم شریف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: "لعن رسول الله صلی الله علیه وسلم آکل الربا، ومؤکله، وکاتبه، وشاهدیه"، وقال: "هم سواء" یعنی: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے، سود کھلانے والے، سود کی تحریر لکھنے والے اور سود کے گواہوں پر لعنت فرمائی ہے اور ارشاد فرمایا کہ یہ سب برابر ہیں۔

(صحیح مسلم، جلد3، صفحہ1219، مطبوعہ بیروت)

سیدی اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن سے ایک سوال ہوا جس میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں: "اس وقت زید سے بکر نے کہا کہ اگر اس وقت پندرہ سو روپے دو تو میں لے لوں اور تجارت میں لگادوں اور چار سال میں اگر روپیہ ادا ہوا تو منافع لوں گا" تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواباً ارشاد فرمایا: "صورت مستفسرہ میں وہ منافع قطعی سود اور حرام ہیں حدیث میں ہے: "کل قرض جر منفعة فهو ربا" قرض سے جو نفع حاصل کیا جائے وہ سود ہے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد19، صفحہ561، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فتاوی رضویہ شریف میں سود اور دیگر مال حرام سے بری الذمہ ہونے سے متعلق فرماتے ہیں: "جو مال رشوت یا تغنی یا چوری سے حاصل کیا، اس پر فرض ہے کہ جس جس سے لیا اُن پر واپس کردے، وہ نہ رہے ہوں اُن کے ورثہ کو دے، پتا نہ چلے تو فقیروں پر تصدق کرے، خرید و فروخت کسی کام

میں اُس مال کا لگانا حرام قطعی ہے۔ بغیر صورتِ مذکورہ کے کوئی طریقہ اس کے وبال سے سبکدوشی کا نہیں۔ یہی حکم سود وغیرہ عقودِ فاسدہ کا ہے فرق صرف اتنا ہے کہ یہاں جس سے لیا بالخصوص انہیں واپس کرنا فرض نہیں بلکہ اسے اختیار ہے کہ اسے واپس دے خواہ ابتداء تصدق کردے۔۔۔ہاں جس سے لیا انہیں یا ان کے ورثہ کو دینا یہاں بھی اولیٰ ہے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد23، صفحہ551، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

مرابحہ کی تعریف بیان کرتے ہوئے صاحب ہدایہ امام ابو الحسن علی بن ابو بکر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "المرابحة نقل ما ملكه بالعقد الأول بالثمن الأول مع زيادة ربح "یعنی: پہلے عقد میں جتنے ثمن کے بدلے مال کا مالک ہوا، اس میں نفع کا اضافہ کرکے آگے منتقل کرنا مرابحہ ہے۔

(الھدایۃ، جلد03، صفحہ56، مطبوعہ بیروت)

واضح رہے کہ مارکیٹ سے سامان خریدنے کے بعد آگے بیچنے سے پہلے اس سامان پر قبضہ کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ بہار شریعت میں ہے: "مبیع اگر منقولات کی قسم سے ہے تو بائع کا اُس پر قبضہ ہونا ضرور ہے، قبل قبضہ کے چیز بیچ دی بیع ناجائز ہے۔"

(بہار شریعت، جلد2، صفحہ625، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی)

سودا اگر اُدھار ہو تو قیمت ادا کرنے کی مدت طے ہونا بھی ضروری ہے۔ جیسا کہ بہار شریعت میں ہے: "بیع میں کبھی ثمن حال ہوتا ہے یعنی فوراً دینا اور کبھی مؤجل یعنی اُس کی ادا کے لیے کوئی میعاد معین ذکر کردی جائے، کیونکہ میعاد معین نہ ہوگی تو جھگڑا ہوگا۔"

(بہار شریعت، جلد2، صفحہ626، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی)

وکیل بنانے سے متعلق بہار شریعت میں ہے: "وکالت کے یہ معنی ہیں کہ جو تصرف خود کرتا، اُس میں دوسرے کو اپنے قائم مقام کردینا۔"

(بہار شریعت، جلد2، صفحہ974، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی)

واللہ اعلم عزوجل **و رسولہ اعلم** صلی اللہ تعالی علیہ و آلہ وسلم

کتبــــــــــــــــــــــــــہ

ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

20شوال المکرم1444ھ/11مئی2023ء

Email:appointment@iecdawateislami.com
ایڈریس: فیضان پلاٹ نزد حنفیہ مجاہدین مسجد متصل عالمی مدنی مرکز فیضان مدینہ